محمد سعید الرحمٰن علوی
جامع مسجد حضرو

جانشین امیر شریعت
مولانا محمد علی جالندھری قدس اللہ سرہٗ

قادیانیت کے خلاف مسلسل جدوجہد انکی زندگی کا مشن تھا

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانا مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گذری

دن گذرتے دیر نہیں لگتی۔ ۱۲/ اپریل ۱۹۷۱ء کی صبح تک جو سراپا خلوص و محبت انسان دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت میں بیٹھا اپنے ناخن تدبیر سے لاینحل مسائل حل کر رہا تھا۔ اور علم و سیاست پر علوم و معارف کے دریا بہا رہا تھا، اگلے ہی دن مدرسہ خیر المدارس ملتان کے احاطہ میں اپنے استاذ و مربّی حضرت مولٰنا خیر محمد صاحب رح کے پہلو میں ابدی نیند سو گیا اور لاکھوں وابستگان کو غم و اندوہ سے نڈھال کر گیا۔ آنکھ جھپکنے کی دیر ہی تو ہوتی ہے۔ لیکن اس واقعہ کو ایک سال بیت گیا۔ اس ہستی کا نام محمد علی تھا۔ وضع قطع کے اعتبار سے پنجاب کے ٹھیٹ دیہاتیوں میں اور اس میں قطعاً کوئی فرق نہ تھا۔ لیکن قدرت نے فہم و دانش اور تدبر سے اسے حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔ اسے اقلیم خطابت کا شہنشاہ کہنا غلط نہ ہوگا۔ مرحوم نے مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں علوم و فنون کے معتدبہ حصہ پر عبور حاصل کیا۔ بعد ازاں مادر علمی دار العلوم دیوبند کی راہ لی۔ ان دنوں دار العلوم دیوبند کی مسند صدارت پر حضرت العلامہ محدث اکبر الشیخ محمد انور شاہ کاشمیری جلوہ افروز تھے ـــــ وہ انور شاہ جنہیں حکیم الامت تھانوی حقانیت اسلام کی ایک نشانی قرار دیتے اور امیر شریعت بخاری مرحوم فرماتے،

"ـــــ میاں، صحابہؓ کا قافلہ جا رہا تھا انور شاہ بچھڑ گئے۔"

محمد علی کے مقدر کا ستارہ چمکا اسے انور شاہ جیسا استاد ملا۔ اس نے شیخ اکبر کے حضور زانوئے تلمذ تہ کئے اور جب فارغ ہوا تو مادر علمی کی روایات کے مطابق خطیب و مدرس کے ساتھ مجاہد بھی تھا ـــــ یہ طرۂ امتیاز اس درسگاہ کو حاصل تھا کہ یہاں کے مفتی، مدرس، خطیب، محدث، مفسر، مجاہد بھی ہوتے تھے انہی مجاہدین نے انگریزی سامراج کو للکارا اور اسے ناک چنے چبوائے ـــــ فراغت کے بعد مدرسہ خیر المدارس

میں چینوٹ سے قیام کیا اور تدریس کا مشغلہ اپنالیا۔ مصدقہ روایات سے علم ہوا کہ آپ بلا کے مدرس تھے اور قدرت نے افہام و تفہیم کا وہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ غبی سے غبی طالب علم بھی مطمئن ہو جاتا ـــــ بعد ازاں برصغیر کے کفن بردوش مخلص و ایثار پیشہ کارکنوں کی جماعت مجلس احرار اسلام میں شمولیت اختیار فرمائی۔ مجلس میں شمولیت کے دو مقصد تھے۔

۱۔ انگریزی راج کے خلاف جدوجہد جس کا سبق مادرِ علمی دیوبند سے حاصل کیا تھا۔

۲۔ انگریز کے خود کاشتہ پودے "قادیانیت" کے خلاف جہاد۔

یہ فرقہ انگریز کے اشارہ ابرو پر ملت مرحومہ کے متاع ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی منظم کوشش کر رہا تھا۔ اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کی وابستگی کو ختم کر کے گوری چمڑی والے صاحب بہادر سے جوڑنا چاہتا تھا ـــــ اس فرقہ ضالہ مرتدہ کی پوری تحریک کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا کہ انگریزی راج کو رحمتِ الٰہی ثابت کیا جائے۔ اور نبوت کاذبہ کی وساطت سے "شرعی سند" مہیا کی جائے۔

حضرت العلامہ انور شاہ کشمیری کے زمانہ میں اس طبقہ کی سرگرمیاں عروج پر تھیں، اس لئے شاہ صاحب مرحوم اسطرف خاص توجہ فرماتے تھے۔ آپ نے زندگی کے آخری ایام میں بہاولپور کے مشہور مقدمہ میں وکیل اسلام کی حیثیت سے اس فتنہ پر کاری ضرب لگائی۔ اور واپسی پر فرمایا: "زندگی تیزی سے گذر رہی ہے میری موت کے بعد فیصلہ ہو تو میری قبر پر آکر سنا دینا" چنانچہ بہاولپور کے محکمہ امور شرعیہ کے سربراہ مفتی محمد صادق صاحب مرحوم نے دیوبند جا کر قبر انور پر فیصلہ سنایا۔

حضرت شاہ صاحب کی عقابی نگاہیں اس فتنہ کو پوری طرح دیکھ رہی تھیں یہی وجہ ہے کہ حیاتِ مستعار کے بالکل آخری لمحات میں وابستگان و متوسلین کو جمع کر کے فرمایا:

"محمد عربی کی شفاعت چاہتے ہو تو آپ کی امت کو فتنہ ارتداد (قادیانیت) سے بچاؤ"

مرحوم محمد علی کے ذہن میں استاد گرامی کی نصیحت موجود تھی۔ اسی لئے آپ نے مجلس احرار اسلام کا انتخاب فرمایا تاکہ منظم طریق سے اس فتنہ کے خلاف کام کیا جا سکے ـــــ آپ نے جماعت کے شعبۂ تبلیغ کو اپنی انتظامی صلاحیتوں اور خطیبانہ عظمتوں سے چار چاند لگا دئے ـــــ قدرت نے آپ کو فنِ تقریر میں وہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ باید و شاید ـــــ؟ ایشیا کے معمر عوامی خطیب حضرت امیر شریعت قدس سرہٗ نے بھی متعدد مواقع پر آپ کے سامنے سپر ڈال دی اور آپ کے بعد تقریر کرنے سے انکار فرما دیا۔

عوام کی زبان میں گفتگو کرنا اور مثالوں سے انہیں سمجھانا محمد علی کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ بلاشبہ آپ منفرد مقام کے حامل تھے۔ مولانا مرحوم خلق محمدی کا بہترین نمونہ تھے۔ تواضع، انکساری، اولوالعزمی، ایثار اور

ایفائے عہد جیسی صفات میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی زندگی کے ایک ایک پہلو پر تفصیل سے کلام کرنا آسان بات نہیں۔ صرف اس موقعہ پر ایفاء عہد کے ضمن میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

۱۹۴۲ء میں اکابرین مجلس کے حکم دا یما پر مسجد سراجاں ملتان میں خطبہ جمعہ کی ذمہ داری سنبھالی تا دم مرگ اس ذمہ داری کو نبھایا، جیل جیسی شرعی اعذار کے علاوہ ناغہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ طویل ترین اسفار کے بعد جمعہ کو ہر حال میں ملتان میں حاضری دی۔ حتیٰ کہ جب ۱۹۵۳ء میں خداوندان پاکستان نے مسجد سراجاں میں خطبہ جمعہ پر پابندی لگا دی، تو قریب ہی مسجد خونی برج میں خطبہ شروع کر دیا۔ تقریباً ۲۰ برس تک ایک ہی مقام پر خطابت کی ذمہ داریاں نبھانا اور وہ بھی ایسے حال میں کہ ملک بھر میں تبلیغی اسفار درپیش تھے، معمولی بات نہیں، لیکن محمد علی مرحوم نے ایسا کر دکھایا۔

تقسیم ملک کے بعد حضرت امیر شریعت نے مجلس احرار اسلام سے وابستہ ساتھیوں پر واضح کر دیا کہ وہ آئندہ سیاسی کام نہیں کریں گے، بلکہ محض فرائض تبلیغ سرانجام دیں گے۔ اس مقصد کی خاطر آپ نے احباب کے مشورہ سے جماعت کو تقسیم کیا، سیاسی کام کا شوق رکھنے والے حضرات مثلاً شیخ حسام الدین ماسٹر تاج الدین رحمہما اللہ نے احرار کو سنبھالا اور شاہ جی نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی نیو اٹھائی۔

شاہ جی نے خود محمد علی کو اپنا ساتھی بنایا دوسرے فریق نے بہت کوشش کی کہ محمد علی انہیں مل جائے لیکن شاہ جی نے فرمایا اس کو تمہیں دے کر اپنے پاس کیا رکھوں گا۔؟

امیر شریعت کو مرحوم پر پورا پورا اعتماد تھا، اس لئے انہوں نے آپ کو چھوڑنا گوارا نہیں کیا اور خلوت وجلوت میں اپنا ہم جلیس و رفیق بنایا۔ حضرت میاں اصغر حسین صاحب نے حیات شیخ الہند میں لکھا ہے کہ مولانا مدنی کو شیخ الہند سے وہی نسبت ہے جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہے۔ اسی طرح یہ دعویٰ غلط نہیں ہوگا کہ جو نسبت صدیق و محمد کے درمیان ہے وہی نسبت امیر شریعت اور محمد علی کے درمیان ہے۔ دونوں بزرگوں کی کتاب زندگی کے اوراق ساری دنیا کے سامنے موجود ہیں انہیں ملاحظہ فرمانے کے بعد فیصلہ آسان ہے۔ مجلس کے قیام کے بعد آپ کی تمام تر سرگرمیاں "مرزائیت" کے استیصال کیلئے وقف تھیں مشہور عالم تحریک ۱۹۵۳ء کی کامیابی کا سہرا امیر شریعت کی قیادت کے ساتھ ساتھ محمد علی کے خلوص و تدبر کے سر ہے، مرحوم نے جس تندہی سے کام کیا۔ تحریک کو منظم کیا اور تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کو ایک سٹیج پر اکٹھا کیا، وہ انہی کا حصہ تھا۔

واقفان حال اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ اس تحریک کے صدقہ ملک مرزائیت کی دستبرد سے بچ گیا، ورنہ آنجہانی مرزا محمود ۱۹۵۲ء کی دھمکی دے چکے تھے، اسی پر امیر شریعت نے فرمایا تھا۔ ۱۹۵۲ء آپ کا

ہے تو ۱۹۵۳ء ہمارا ——— مرحوم محمد علی کو "اندر کے ذمہ دار لوگوں" نے بتایا کہ تحریک کی ابتدائی مرحلوں میں ہم لوگ آپ کو جی بھر کر گالیاں دیتے تھے کہ ملک کو تباہ کر رہے ہیں۔ لیکن بعد میں جب حقائق سامنے آئے، تو بے ساختہ منہ سے دعائیں نکلتی ہیں کہ تحریک کے صدقہ ملک بچ گیا، ملک کی تاریخ میں کتنے ہی موڑ آئے جب مرزائیت نے ملک پر مسلط ہونے کی مکروہ کوشش کی لیکن مرحوم محمد علی اور اس کے ساتھیوں نے انکی ہر سازش کو ناکام بنا دیا ——— آپ کی اس ضمن میں خدمات کا سرسری تذکرہ ملاحظہ فرمائیں، کچھ تفصیلات آپ کو مرزائیوں کے سیاسی کردار نامی کتابچہ سے معلوم ہوں گی جو سرگودھا کی مجلس تحفظ ختم نبوت نے طبع کرایا ہے۔

۱۔ ریڈکلف کمیشن کے دوران سر ظفر اللہ نے ملک کو نقصان پہنچایا، قاضی احسان احمد مرحوم سمیت مرحوم محمد علی نے ارباب اختیار کو توجہ دلائی، لیکن افسوس کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی، نتیجہ ظاہر ہے۔

۲۔ بلوچستان کو مرزائی صوبہ بنانے کی سازش ہوئی تو یہی بزرگ بے ساختہ آتش نمرود میں کود پڑے اور مرزائیوں کو منہ کی کھانی پڑی۔

۳۔ راولپنڈی سازش کیس میں ارباب اختیار کو چھپے ہوئے ہاتھوں کیطرف توجہ دلائی۔

۴۔ انگریز C.N.C کیطرف سے قادیانی C.N.C نامزد کرنے کی سازش کو ناکام بنایا۔

۵۔ فرقان بٹالین (مرزائی) کی سرگرمیوں سے پردہ اٹھا کر اسے ختم کرایا۔

الغرض ملک وملت نے جہاں پکارا وہی ان بزرگوں نے قربانی دی۔

آخر میں ایوب ویحیٰ نے آمریت نے نشہ میں بدمست ہو کر جب کسی کی نہ مانی تو قدرت کیطرف سے جو سزا ملی وہ سامنے ہے۔ مرحوم محمد علی مجلس کے تیسرے امیر تھے اور یہ شرف آپ کو ہی حاصل ہے کہ آپ کے دور میں مجلس کا اپنا دفتر تعمیر ہوا۔ اور شاہ جی کی خواہشات کے پیش نظر سات سمندر پار یورپ میں (قادیانیوں کے آقایان ولی نعمت کے دیس میں) میں موجودہ امیر مولانا لعل حسین اختر نے تین سال تک قیام فرما کر کئی ایک معرکوں میں قادیانیت کو شکست فاش دی۔ (انکی تفصیلات سفر نامہ مولانا لعل حسین اختر کے ذریعہ معلوم ہوں گی جو عنقریب چھپ کر مارکیٹ میں آرہا ہے۔) مرحوم محمد علی ابھی اور بہت کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن موت کے بے رحم ہاتھوں نے انہیں آ دبوچا اور وہ کتنے ارمان اور حسرتیں دل میں لیکر راہی ملک بقا ہو گئے ——— لیکن آپ نے خون جگر سے جس مشعل کو فروزاں کیا تھا، اس کی روشنی میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ اور یہ انہی بزرگوں کی کاوشوں کا ثمرہ ہے کہ آج ہر طرف سے "قادیانیت" کے خلاف آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب محمد عربی کی ناموس کے دشمنوں کو ملک میں ان کا "جائز مقام" ملے گا، اور اسطرح ہزاروں شہداء ختم نبوت سمیت ان بزرگوں کی بے قرار روحیں طمانیت وسکون حاصل کریں گی۔ لیکن اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس مشن کو زندہ وتابندہ رکھا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر یہ سطور قلم بند کی گئیں اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔